جہنم سے فرار

طاہر رزاق

"میں صبح سے شام تک تانگہ چلاتا ہوں.لیکن گھر کی دال روٹی پھر بھی نہیں چلتی۔ گھوڑے کے چارے اور دانے کا خرچہ بھی خاصا ہے۔ مختلف ضروریات کے وقت تھوڑی تھوڑی رقم جو لوگوں سے ادھار لی تھی' اب وہ دس ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ میں بڑی مشکل سے فہیم الدین کو آٹھویں جماعت تک پڑھا سکا ہوں۔ اب غربت نے میرے ہاتھ باندھ دیے ہیں اور میری ہمت جواب دے گئی ہے' لہٰذا اب میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ فہیم الدین کو سکول سے اٹھا لیا جائے"۔

کرم الٰہی کوچوان نے انتہائی رنجیدہ خاطر ہو کر اپنی بیوی حنیفاں سے کہا۔ خاوند کی یہ پریشان کن باتیں سن کر حنیفاں نے ٹھنڈی آہ بھری جیسے غربت کو نگلنے کی کوشش کر رہی ہو۔ حنیفاں ایک تابعدار بیوی کی طرح اٹھی اور دن بھر کے تھکے ہارے خاوند کو بڑی محبت سے روٹی گرم کر کے دی اور کہا کہ کھانا کھائیے۔ جان ہے تو ان دکھوں کا مقابلہ کر ہی لیں گے۔ کھانے کے دوران میاں بیوی میں گفتگو کا دور بھی چلتا رہا۔ حنیفاں ایک بہادر اور مدبر عورت تھی۔ اس نے خاوند کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"سرتاج! آپ فہیم الدین کی تعلیم کی کوئی فکر نہ کریں۔ اللہ نے مجھے صحت دے رکھی ہے۔ میں لوگوں کے گھروں میں برتن مانجھ لیا کروں گی اور اس آمدنی سے فہیم الدین کی تعلیم کا سلسلہ چلتا رہے گا"۔

کرم الٰہی کوچوان مارے غصے کے کانپنے لگا اور غیرت سے اس کے نتھنے پھول گئے جن سے سانس شوں شوں کر کے نکلنے لگی۔ اس نے غصے میں کانپتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا

"یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ تم میری زندگی میں لوگوں کے گھروں میں نوکری کرو۔ یہ میری غیرت کا خون ہوگا"۔

حنیفاں نے ایک ماہر وکیل کی طرح دلائل دیتے ہوئے کہا

"محنت میں کیا عار ہے۔ میں کاسہ گدائی لے کر کسی کے گھر مانگنے تو نہیں جاؤں گی، کام کاج ہی تو کرنے جاؤں گی۔ بیٹے کو تعلیم کی راہ سے ہٹا لینے سے یہ محنت مشقت کی راہ بہتر ہے"۔

آخر حنیفاں نے خاوند کو اپنے موقف کے حق میں قائل کر لیا۔

فہیم الدین واقعتاً اپنے نام کی تعبیر تھا۔ وہ ہمیشہ کلاس میں اول آتا۔ اساتذہ اس سے بڑی محبت کرتے۔ آخر وہ وقت آگیا، جب فہیم الدین نے میٹرک کے امتحان میں پورے سرگودھا بورڈ میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔ ماں باپ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ محلے کے سینکڑوں لوگ آج مبارک باد دینے کے لیے ان کے گھر میں جمع تھے۔ کرم الٰہی کوچوان نے پورے محلے میں بتاشے تقسیم کیے۔ فہیم الدین کو محکمہ تعلیم سے وظیفہ ملنا شروع ہو گیا اور وہ اپنی تعلیم کا خرچہ خود اٹھانے کے قابل ہو گیا۔

فہیم الدین نے ٹی آئی کالج ربوہ میں ایف۔ ایس سی میں داخلہ لے لیا۔ ایف۔ ایس سی کے امتحان میں وہ پورے ضلع میں اول آیا۔ اسے ایف۔ ایس سی میں بھی محکمہ تعلیم کی طرف سے وظیفہ ملا۔ اب فہیم الدین اپنی ماں کے سامنے سخت چٹان کی طرح ڈٹ گیا اور اس نے ماں کے مشقت والے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر کہا۔

"اماں! اب میں تجھے لوگوں کے گھروں میں کام کاج کے لیے نہیں جانے دوں گا۔ اب میں جوان ہو چکا ہوں۔ مجھے اپنی مزید پڑھائی کے لیے حکومت کی طرف سے وظیفہ بھی ملے گا اور میں ٹیوشن پڑھا کر ابا جان کا ہاتھ بھی بٹاؤں گا۔ پیاری ماں! تجھے میری محبت کی قسم، اب تو لوگوں کے گھروں میں نہیں جائے گی"۔

ماں نے لاڈلے بیٹے کے سامنے ہتھیار پھینک دیے۔ فہیم الدین کو انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں داخلہ مل گیا۔ وہاں سے اس نے انجینئرنگ کی ڈگری امتیازی حیثیت سے حاصل کی۔ تعلیم سے فارغ ہوتے ہی اسے ایک پرائیویٹ فرم میں پانچ ہزار ماہانہ کی نوکری مل گئی۔ اس کی اعلیٰ کارکردگی کو دیکھتے ہوئے فرم نے چھ ماہ بعد اسے انگلستان بھیج دیا۔ وہاں سے اس نے لاکھوں روپے کما کر والدین کو بھیجے۔ کرم الٰہی کوچوان کے گھر سے غربت رخصت ہو گئی اور پیسے کی ریل پیل نے گھر میں ایک چمک پیدا کر دی۔ کرم الٰہی کوچوان نے تانگہ بیچ دیا اور وہ گھر میں فرصت کے لمحات گزارنے لگا۔ پھر فہیم الدین کی ایک امیر قادیانی گھر میں شادی کر دی گئی کیونکہ فہیم الدین کے والدین بھی قادیانی تھے۔ اپنے قواعد کے مطابق ایک قادیانی مبلغ نے ربوہ میں اس کا نکاح پڑھایا۔ دو سال میں فہیم الدین کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ وہ انگلستان میں انتہائی خوشحالی کی زندگی گزار رہا تھا لیکن دفتر میں اسے اس تکلیف کا شدت سے احساس تھا کہ مسلمان ملازمین

اس کے قادیانی ہونے کی وجہ سے اس سے کھنچے کھنچے رہتے تھے۔ وہ اس کے ساتھ کھانا کھانے سے پرہیز کرتے تھے۔ کئی تو اس سے سلام بھی نہ لیتے تھے۔ اسے اپنی شادی غمی کے پروگراموں میں بھی نہیں بلاتے تھے۔ یوں فہیم الدین مسلمانوں سے کٹا کٹا سا رہتا تھا۔

ایک دن اس کا ایک انجینئر دوست ہدایت خان اس کے پاس آیا اور کہنے لگا

"فہیم الدین! آج لندن کے ویمبلے ہال میں ختم نبوت کانفرنس ہے' جس میں دنیا بھر سے علمائے کرام تشریف لا رہے ہیں۔ میں آپ کو کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دیتا ہوں۔ جانے اور سننے میں کیا حرج ہے"۔

پہلے تو فہیم الدین کچھ ہچکچایا لیکن پھر اس نے جانے کی ہامی بھر لی۔ کیونکہ ہدایت خاں نے اسے دعوت ہی اس موثر اور دل نشین انداز میں دی تھی کہ اس کے پاس دعوت کو رد کرنے کے الفاظ ہی نہ تھے۔ دونوں دوست مقررہ تاریخ پر بروقت ویمبلے ہال میں پہنچ گئے اور اگلی نشستوں پر انہیں جگہ مل گئی۔ تلاوت کلام پاک سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ خوش الحان قاری نے سورۃ الاحزاب' جس میں خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ختم نبوت کا ذکر بڑی صراحت سے ہے' کی آیات مبارکہ کی تلاوت اس سوز سے کی کہ حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ تلاوت قرآن کے بعد نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیش کی گئی' جس میں نعت خواں صاحب نے عقیدۂ ختم نبوت پر منظوم انداز میں خوب روشنی ڈالی۔ پھر تقریروں کا نورانی سلسلہ شروع ہوا۔ مقررین آتے رہے اور عقیدۂ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے رہے۔ آخر میں ایک وجیہہ اور منور چہرہ والے بزرگ مقرر تشریف لائے۔ انہوں نے حاضرین سے خطاب فرماتے ہوئے کہا

"میں آج صرف قادیانیوں کو دعوت اسلام کے موضوع پر تقریر کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ جہاں ہم قادیانیوں کے خلاف جہاد کرتے ہیں' وہاں ہمیں راتوں کو بیدار ہو کر اللہ کے سامنے اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر ان کی ہدایت کے لیے پر سوز دعائیں بھی مانگنی چاہئیں۔ ہم عالمگیر نبیؐ کے عالمگیر امتی ہیں۔ ہمیں ہر انسان کو جہنم میں جانے سے بچانا چاہیے۔ یہ ہمارا فرض منصبی ہے کیونکہ ختم نبوت کے بعد اس کائنات میں کسی نئے نبی نے تو دنیا میں آنا نہیں' لہٰذا دعوت و تبلیغ کی ساری ذمہ داری امت محمدیہؐ پر ڈال دی گئی ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جہاں وہ عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کرے' وہاں وہ قادیانیوں کی قادیانیت کے شیطانی پنجہ سے رہائی کی بھی بھرپور کوشش کرے"۔

انہوں نے قادیانیوں سے کہا "اے قادیانیو! تم دنیا کے ہر معاملہ میں خوب غور و فکر کرتے ہو۔ سوچ

اور فکر کے گھوڑے دوڑاتے رہو۔ ایک روپے کا مٹی کا پیالہ خریدنا ہو تو خوب ٹھونک بجا کر دیکھتے ہو۔ جوتا خریدنا ہو تو سارے بازار کا چکر لگاتے ہو۔ سبزی خریدنی ہو تو سونگھ سونگھ کر دیکھتے اور دیکھ دیکھ کر سونگھتے ہو۔ بچے کے لیے سکول و کالج کا انتخاب کرنا ہو تو ہر ہر پہلو سے جائزہ لیتے ہو۔ بیٹے یا بیٹی کا رشتہ دیکھنا ہو تو شجرۂ نسب کھنگال ڈالتے ہو۔ لیکن مرزا قادیانی کو نبی ماننا ہو تو بالکل نہیں سوچتے۔ کوئی دلیل طلب نہیں کرتے۔ کبھی غور و فکر کے مراقبے میں نہیں بیٹھتے"۔

انہوں نے کہا "عقیدہ وہ چیز ہے جس پر تمہاری اگلی لامتناہی زندگی کا دارومدار ہے۔ عقیدہ ٹھیک ہوگا اور اگر اعمال کم بھی ہوں گے تو نجات ہو جائے گی۔ لیکن اگر عقیدہ غلط ہوگا اور اعمال ہمالیہ پہاڑ جتنے بھی ہوں گے تو نجات نہیں ہوگی۔ تمہارے پاس موت کی آخری ہچکی تک کے لیے مہلت باقی ہے۔ اس مہلت کو اللہ تعالیٰ کی مہلت جلیلہ سمجھو۔ اس سے فائدہ اٹھاؤ کیونکہ اس مہلت کے بعد پھر کوئی مہلت نہیں ہوگی"۔

پھر جب انہوں نے جہنم اور اس کی سزاؤں کا نقشہ کھینچا تو پورا ہال کپکپا اٹھا۔ اس بزرگ عالم کی تقریر نے فہیم الدین کے دل و دماغ میں ایک طوفان بپا کر دیا۔ وہ گھر آیا تو اس کے دماغ میں اس عالم کے الفاظ گونجنے لگے۔ اسے راتوں کو بڑی بڑی دیر تک نیند نہ آتی۔ وہ بستر پر دراز خلا میں گھورتا رہتا۔ اتفاق سے چند رہ دن بعد اسے ایک ماہ کی رخصت پر پاکستان جانا تھا۔ وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ پاکستان چلا گیا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد باپ، ماں اور بیٹا، تینوں بیٹھے تھے کہ فہیم الدین اپنے والدین سے کہنے لگا "آج مجھے آپ سے ایک انتہائی اہم میٹنگ کرنی ہے"۔ پھر وہ انتہائی تجسس کے ساتھ اپنے باپ سے پوچھتا ہے۔

"ابا جان! آپ قادیانی کیسے ہوئے؟"

باپ جواب میں کہتا ہے "ہم بھارت کے شہر جالندھر کے رہنے والے تھے۔ تقسیم وطن کے بعد جڑانوالہ کے ایک گاؤں میں آگئے۔ سکھوں نے ہمارا سب کچھ لوٹ لیا۔ خالی ہاتھ یہاں پہنچے۔ میں نے اور تمہاری والدہ نے سڑک کے کنارے ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنائی اور اس میں رہنے لگے۔ میں دن کے وقت محنت مزدوری کی تلاش میں نکل جاتا۔ اگر کہیں کوئی کام مل جاتا تو رات کو کھانے کو کچھ مل جاتا ورنہ بھوکے ہی سو جاتے۔ ایک دن میں اسی پریشانی میں جھونپڑی سے باہر بیٹھا تھا کہ ایک سیاہ رنگ کی کار جھونپڑی کے قریب آکر رکی۔ اس سے ایک ادھیڑ عمر شخص باہر نکلا۔ مجھے بڑی محبت سے ملا۔ میرا حال پوچھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے یہ آدمی نہیں بلکہ اللہ نے رحمت کا کوئی فرشتہ بھیج دیا ہو۔ میں نے اسے

اپنی ساری بپتا سنائی۔ دو دن کے بعد وہ آدمی پھر آیا اور ہمیں ربوہ لے گیا۔ وہاں ہمیں ایک چھوٹا سا مکان رہنے کے لیے دے دیا گیا۔ پھر اس آدمی نے مجھے ادھار میں ایک تانگہ خرید کر دیا۔ میں ربوے میں تانگہ چلانے لگا اور ہر ماہ تانگہ کی ادھار لی ہوئی رقم کا کچھ حصہ ادا کرنے لگا۔ میں نے پانچ سال میں ساری رقم ادا کر دی۔ اسی دوران میں اس کاروالے شخص کے کہنے پر قادیانی ہو گیا"۔

"قادیانی ہوتے وقت آپ نے کچھ سوچا نہیں؟" فہیم الدین نے پوچھا۔

"میں نے سوچا جس شخص کا اخلاق اتنا اچھا ہے' اس کا دھرم بھی اچھا ہی ہو گا" اس کے والد نے جواب دیا۔

"ابا جی! آپ نے تبدیلی مذہب کرتے ہوئے کوئی سوچ بچار نہ کی؟"

"بیٹا! میں ان پڑھ آدمی تھا۔ اس شخص کے مالی تعاون سے ممنون ہو کر قادیانی ہو گیا"۔

"امی جان! کیسے قادیانی ہوئیں؟"

"بیٹا! جب میں قادیانی ہو گیا تو یہ بھی ہو گئی۔ اس بیچاری کو کیا پتہ؟"

"ابا جی! اب قادیانیت کے بارے میں آپ کی معلومات"۔

"بیٹا! میں بالکل نہیں جانتا۔ صبح تانگہ لے کر جاتا اور شام کو تھکا ہارا واپس آتا۔ آتے ہی کھانا کھاتا اور سو جاتا۔ یہی میری زندگی تھی۔ مجھے مذہب کا کیا پتہ؟ یہی حال تمہاری امی کا ہے"۔

فہیم الدین نے ایک لمبی سرد آہ بھری اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور بولا۔

"ابا جی! ایمان وہ نعمت ہے جس پر دنیا کی ساری نعمتیں قربان کی جا سکتی ہیں۔ آپ نے صرف مکان اور تانگے کے عوض مذہب تبدیل کر لیا۔ آپ نے صرف ایک شخص کا مشفقانہ سلوک دیکھ کر مرزا قادیانی کو نبی مان لیا۔ اگر وہ شخص قادیانی کی بجائے عیسائی ہوتا تو آج ہم سب عیسائی ہوتے۔ اگر وہ شخص پارسی ہوتا تو آج ہم پارسی ہوتے۔ اگر وہ شخص ہندو ہوتا تو آج ہم بھی ہندو ہوتے۔ یہ تو تبدیلی مذہب کا کوئی جواز نہیں"۔

اب فہیم الدین منزل حقیقت تک پہنچنے کے لیے یوں بے چین تھا جیسے ریگستان میں کوئی بھولا بھٹکا پیاسا مسافر پانی کی تلاش میں ہو۔ وہ لاہور پہنچا اور اپنے ایک مسلمان دوست کے توسط سے ایک نامور عالم دین کے پاس حاضر ہوا اور اپنے شکوک و شبہات ان کے سامنے رکھے اور ان سے رہنمائی کی درخواست کی۔ وہ عالم دین اسے بڑی محبت سے ملے۔ بڑے تپاک سے اپنے پاس بٹھایا اور اس کے شکوک و شبہات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بیٹا نبوت کا روشن سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوگیا۔ اس کائنات ارض و سما میں سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ قرآن پاک کی ایک سو سے زائد آیات اور دو سو دس سے زائد احادیث عقیدۂ ختم نبوت پر دلالت کرتے ہوئے موجود ہیں"۔ پھر انہوں نے قرآن و حدیث کی چند آیات اسے سنائیں۔

انھوں نے کہا "مرزا قادیانی نے انگریزوں کی ایک بھیانک سازش کو کامیاب کرنے کے لیے نبوت کا ڈرامہ رچایا۔ پھر انہوں نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے وہ حوالہ جات پیش کیے جس میں مرزا قادیانی نے خود لکھا ہے کہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ مرزا قادیانی نے ظلی و بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ کائنات میں کوئی بھی ظلی و بروزی نبی نہیں آیا۔ پھر انہوں نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے وہ حوالے دکھائے جس میں مرزا قادیانی نے اپنی نبوت کا انکار کیا ہے اور مدعی نبوت کو کافر قرار دیا ہے۔ مرزا قادیانی کی پیشگوئیوں کے بارے میں بتایا جو گن گن کر جھوٹ ثابت ہوئیں۔ وہ گالیاں سنائیں جو مرزا قادیانی نے ملت اسلامیہ کو دی ہیں۔ مرزا قادیانی کے شراب پینے اور افیون کھانے کے حوالہ جات دکھائے۔ اللہ، رسول اللہ، کتاب اللہ کے بارے میں مرزا قادیانی کی ہرزہ سرائی اور آخر میں اسے مرزا قادیانی کی تصویر دکھائی اور بتایا کہ نبی اپنے وقت میں دنیا کا خوبصورت ترین انسان ہوتا ہے۔ لیکن اس کی تصویر دیکھیے کہ یہ کتنا کریہہ الصورت ہے۔ کیا نبی اس شکل کے ہوتے ہیں؟"

فہیم الدین کے اندر سے قادیانیت کا بت ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ اس کے دل و دماغ قادیانیت کے خلاف بغاوت بپا کر چکے تھے۔ اچانک اس نے ایک جھرجھری سی لی اور اس نے بزرگ عالم دین کے پاؤں پکڑ لیے اور ان سے استدعا کی کہ میں قادیانیت سے تائب ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ مجھے ابھی مسلمان کیجئے اور اس نے بزرگ عالم دین کے ہاتھوں پر اسلام قبول کرلیا۔ وہ اسی رات ربوہ پہنچا، والدین اور بیوی بچوں کو اکٹھا کیا اور انہیں اپنے مسلمان ہونے کی ساری روداد سنائی۔ اس کے بعد اس نے انہیں بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، جسے ان سب نے قبول کر لیا۔ فہیم الدین اگلے دن ان سب کو لے کر لاہور آیا اور انہیں بھی اس بزرگ عالم دین کے ہاتھوں پر اسلام قبول کرایا۔ ربوہ میں ان کے اسلام قبول کرنے کی ہلکی ہلکی خبر پھیل چکی تھی اور فہیم الدین قادیانیوں کے انتقامی حربوں سے بھی آگاہ تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے والدین اور بیوی بچوں کو لاہور چھوڑا اور خود رات کے وقت ٹرک لے کر ربوہ پہنچا۔ گھر کا سارا سامان ٹرک میں رکھا اور رات ہی کو چپکے چپکے ربوہ سے نکل آیا۔ (بقیہ صفحہ ۴۷ پر دیکھیں)